خلافت احمدیہ

اور

دجّالی تحریکات کا مقابلہ

مرتبہ

نداء الحبیب

استاد مدرسۃ الحفظ وقف جدید ربوہ

عناوین

آیت:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

(سورۃ الصّف:10)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) کلیۃً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:
’’ یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جس کی نسبت علما محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہو گی۔‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15صفحہ 232)

حدیث:

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اِنَّا سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ سَمِعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَنْزُلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدَلًا فَيَكْسُرَ الصَّلِيْبَ وَ يَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَ يَضَعَ الْجِزْيَةَ وَ يَفِيْضَ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول المسیح ابن مریم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، صحیح فیصلہ کرنے والے، عدل سے کام لینے والے ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، لڑائی کو ختم کریں گے یعنی اس کا زمانہ مذہبی جنگوں کے خاتمہ کا زمانہ ہو گا، اسی طرح وہ مال بھی لٹائیں گے لیکن کوئی اسے قبول نہیں کرے گا ایسے وقت میں ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہو گا یعنی مادیت کے فروغ کا زمانہ ہو گا۔

خلافت ایک انعام:

خلافت اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان انعام ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد مؤمنین کی جماعت کو عطا کیا جاتا ہے تا کہ تقویٰ اور روحانیت کا جو بیج ان کے دلوں میں انبیاء کے ذریعے بویا گیا وہ خلفا کی روحانی آب پاشی کے ذریعہ ایک مضبوط اور تناور درخت کی طرح ہو جائے۔ خلافت ہی وہ عظیم ذریعہ ہے جس کے توسط سے خدا تعالیٰ انبیاء کے عظیم کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور ان کی بعثت کے مقاصد کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یوشع بن نون اور مسیح ناصری کی وفات کے بعد پطرس نے موسوی اور عیسوی انوار کو بنی اسرائیل تک پہنچایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور اب ہمارے موجودہ امام حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی مساعی سے اسلام کو وہ شوکت اور قوت حاصل ہو رہی ہے کہ طاغوتی طاقتیں اس کے مقابل پر سر بھی نہیں اٹھا سکتیں۔

مقاصد خلافت:

خلفا درحقیقت انبیاء کے بوئے ہوئے بیج کی آب یاری کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے انبیاء کے مندرجہ ذیل چار بنیادی کام بتائے ہیں:

1) انبیاء لوگوں کو قرآن کریم کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں یعنی وہ ان عقلی امور کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں

جو خدا یا اس کی صفات کی طرف ان کو متوجہ کرنے والے ہوں اسی طرح وہ ان کے سامنے اپنے معجزات اور نشانات پیش کرتے ہیں،

2) انبیاء مؤمنین کا تزکیہ کرتے ہیں،

3) انبیاء مؤمنین کو کتاب اللہ سکھاتے ہیں،

4) انبیاء مؤمنین کو احکام الٰہیہ کی حکمت سے روشناس کراتے ہیں۔

انبیاء کو اپنے مفوضہ کام سرانجام دینے کیلئے کئی اقسام کی رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مشکلات کبھی اپنوں کی طرف سے ہوتی ہیں اور کبھی غیر اقوام کی طرف سے لیکن ان تمام رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود نبی اپنے کام کو باذن الٰہی جاری رکھتا اور اپنے بالآخر مقصد عظیم میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی کئی نوع کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ان تمام مصائب و آلام کے باوجود آپ علیہ السلام کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے خلفا کو بھی دشمنان دین کی طرف سے کئی ایک اندرونی اور بیرونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یعنی اپنوں اور غیر اقوام کی جانب سے۔

اس مضمون میں، بیرونی اقوام کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور خلفائے احمدیت کی طرف سے ان کا سدِّ باب موضوع بحث ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ردّ عیسائیت:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف جگہوں پر دجال کی مختلف تشریحات بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف کتاب البریہ میں فرماتے ہیں:

''دجّال ایک شخص کا نام نہیں ہے۔ لغت عرب کی رُو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے مگر دراصل نہ امین ہو نہ متدین ہو بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں اور وہ گروہ جو طرح طرح کی کلوں اور صنعتوں اور خدائی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جو یورپ کے فلاسفر ہیں وہ اس وجہ سے دجال ہیں کہ خدا کے بندوں کو اپنے کاموں سے اور نیز اپنے بلند دعووں سے اس دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ کارخانہ خدائی میں ان کو دخل ہے اور پادریوں کا گروہ اس وجہ سے نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ لوگ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتے ہیں۔''

(کتاب البریۃ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 243 و 244۔ حاشیہ)

پھر فرمایا:

''دراصل یہی لوگ دجال ہیں جن کو پادری یا یورپین فلاسفر کہا جاتا ہے۔ یہ فلاسفر دجال معہود کے دو جبڑے ہیں جن سے وہ ایک اژدہا کی طرح لوگوں کے ایمانوں کو کھاتا جاتا ہے۔ اول تو احمق اور نادان لوگ پادریوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان کے ذلیل اور جھوٹے خیالات سے کراہت کر کے ان کے پنجے سے بچا رہتا ہے تو وہ یورپین فلاسفروں کے پنجے میں ضرور آ جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ عوام کو پادریوں کے دجل کا زیادہ خطرہ ہے اور خواص کو فلاسفروں کے دجل کا زیادہ خطرہ ہے۔''

(کتاب البریۃ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 252 و 253 ۔ حاشیہ)

ہندوستان میں عیسائیت کا پھیلاؤ:

انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں عیسائیت اپنے پورے زوروں پر تھی اور مسلمانوں کو عیسائی بنایا جا رہا تھا اور جس تیزی کے ساتھ مسلمان عیسائی ہو رہے تھے لگتا تھا کہ کچھ ہی عرصہ میں سارا ہندوستان عیسائی ہو جائے گا لیکن ایسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا تاکہ دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھا دے۔ چنانچہ 1988ء میں پنجاب کے لیفٹینٹ گورنر چارلس اپچی سن نے شملہ مسیحی مبلغین کی ایک میٹنگ میں تقریری کرتے ہوئے یہاں تک کہ دیا کہ:

"One hears in these days a good deal of adverse criticism upon Mission work. Fortunately, in this country at least, missionaries have no reason to shrink from this touch of scientific criticism; and perhaps it may surprise some who have not had an opportunity of looking into the matter, to learn that Christianity in India is spreading four or five times as fast as the ordinary population, and that the Native Christians now number nearly a million of souls....."

(The Missions by Revrend Robert Clarke page: 155)

ترجمہ: جس رفتار سے ہندوستان کی مغربی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔

پھر امریکہ کے جان ہنری بیروز نے 1896ء اور 1897ء میں ہندوستان کے مختلف مقامات پر لیکچر دیئے جو کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈین مدراس نے 1897ء میں کتابی صورت میں شائع کئے۔ ایک لیکچر میں ڈاکٹر مذکور نے عیسائیت کے غلبہ اور استیلا کا ذکر کرتے ہوئے فخریہ انداز میں اعلان کیا:

''آسمانی بادشاہت پورے کرۂ ارض پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔ آج دنیا بھر میں اخلاقی اور فوجی طاقت، علم وفضل، صنعت وحرفت اور تمام تر تجارت ان اقوام کے ہاتھ مین ہے جو آسمانی ابوت اور انسانی اخوت کی مسیحی تعلیم پر ایمان رکھتے ہوئے یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرتی ہیں۔''

(بیروز لیکچرز صفحہ 19)

آگے چل کر ایک برطانوی ادیب کے حوالے سے عیسائیت کے غلبہ کا نقشہ اس طرح فخریہ انداز میں کھینچتا ہے:

''دنیائے عیسائیت کا عروج آج اس درجہ زندہ حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ یہ درجۂ عروج اسے اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ ذرا ہماری ملکۂ عالیہ (ملکہ وکٹوریہ Queen Victoria) کو دیکھو جو ایک ایسی سلطنت کی سربراہ ہے جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ دیکھو! وہ ناصرہ کے مصلوب کی خانقاہ پر کمال درجہ تابعداری سے احتراماً جھکتی اور خراج عقیدت پیش کرتی ہے یا پھر گاؤں کے گرجا میں جا کر نظر دوڑاؤ اور دیکھو وہ سیاسی مدبر (وزیر اعظم برطانیہ) جس کے ہاتھوں میں ایک عالمگیر سلطنت اور اس کی قسمت کی باگ ڈور ہے، جب یسو مسیح کے نام پر دعا کرتا ہے تو کیسی عاجزی اور انکساری سے اپنا سر جھکاتا ہے۔ دیکھو! جرمنی کے نوجوان قیصر کو جب وہ خود اپنے لوگوں کے لئے بطور پادری فرائض سرانجام دیتا تو یسوع مسیح کے مذہب یعنی دین

عیسائیت سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا ہے اور مشرقی انداز پر ماسکو (Moscow) کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹ میں زار روس(Czar of Russia) کو دیکھو، تاج پوشی کے وقت ابن آدم کے طشت میں رکھ کر اسے تاج پیش کیا جاتا ہے یا پھر مغربی جمہوریت (امریکہ) کے ایک صدر کے بعد دوسرے صدر کو دیکھو! کہ ان میں سے ہر ایک عبادت کے نسبتاً سادہ لیکن عمیق اسلوب میں ہمارے خداوند کے ساتھ وفاداری اور تابعداری کا اظہار کرتا چلا جاتا ہے۔ امریکی، برطانوی، جرمنی اور روسی سلطنتوں کے حکمران اقرار کرتے ہیں کہ وہ یسوع مسیح کے وائسرائے ہیں اور اسی حیثیت سے اپنی اپنی سلطنتوں کے حکمران ہیں۔ کیا ان سب کے زیرنگیں علاقے مل کر ایک ایسی وسیع و عریض سلطنت کی حیثیت نہیں رکھتے کہ جس کے آگے اَزمنۂ قدیم کی بڑی سے بڑی سلطنت بھی سراسر بے حیثیت نظر آنے لگتی ہے ۔ پھر عیسا یت کے عالمی اثرات کے زیرعنوا ن اپنے ایک پبلک لیکچر میں اسلا می مما لک کے اندر عیسائیت کی عظیم الشا ن فتوحات پر فخر کرتے ہو ئے ڈاکٹر بیروز نے یہ اعلان کیا:

’’ اب میں اسلا می مما لک میں عیسائیت کی روزافزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجے میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنا ن پر ضوفگن ہے تو دوسر ی طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باس فورس کا پانی اس کی چمکا ر سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آ ئیں گے ۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شا گردوں کے ذریعے مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہو گا اور بالآخر وہاں اس کے حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جا نے جسے تو نے بھیجا ہے ۔‘‘

(بیروز لیکچرز صفحہ 42 بحوالہ تعارف کتاب سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب روحانی خزائن جلد 12صفحہ 7 و 8 مرتبہ مولانا جلال الدین شمس صا حبؓ)

’’قبل ازیں 1851ء میں ہندستانی عیسائی صرف 91092 تھے اور 1881ء میں ان کی تعداد 417372 تھی، جس زمانہ میں یہ مباحثہ ہوا اُس وقت مسیحی مناد، عیسائی مشنری یوپین اور ہندوستانی پنجاب کے بیسیوں مقامات پر لوگوں کو عیسائیت کی طرف دعوت دے رہے تھے اور دجال پورے زور سے دین اسلام کی تباہی کے لئے ہمہ تن مصروف تھااور علمائے اسلام خواب خرگوش میں تھے۔ سب سے پہلے چرچ مشنری سوسائٹی نے ہندستان میں 1899ء میں تبلیغی کام شروع کیاتھا لیکن اس وقت بہت سی مشنری سوسائٹیاں کام کررہی تھیں جن کے ہیڈ کوارٹرز انگلستان جرمن اور امریکہ وغیرہ مما لک وغیرہ تھے۔ 1901ء میں ان مشنری سوسائٹیوں کی تعداد 37 تھی اور ایک بہت بڑی تعداد مشنریوں کی ایسی بھی تھی جو ان سوسائٹیوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ وسط ایشیا میں عیسائیت کے مشنری کام کیلئے پنجاب کو ایک قدرتی بیس(Base) سمجھتے تھے اور پنجاب کے تیرہ مشہور شہروں میں ان کے بڑے بڑے مشن قائم تھے، ان میں ایک مشن امرت سر میں قائم تھا، یہ مشن چرچ مشنری سوسائٹی نے 1852ء میں قائم کیا تھا ۔

(تعارف کتاب جنگ مقدس روحانی خزائن جلد نمبر 6صفحہ 8 از مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ)

احادیث میں مذکور ہے کہ مسیح موعود کے کاموں میں سے ایک اہم کام کسر صلیب یعنی صلیب کو توڑنا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسر صلیب کا بیڑہ اُٹھایا اور اپنے روحانی حربوں کی مدد سے صلیبی گروہ کو پاش پاش کر دیا اور پاش پاش بھی ایسا کہ تاقیامت سر اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا۔ اَمرت سر میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے مابین 22 مئی 1893ء سے لے کر 5جون 1893ء تک مناظرہ ہوا جس میں اہل اسلام کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی

عبداللہ آتھم مناظر تھے۔ اس مباحثہ کو ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جنگ مقدس کا نام دیا:

’’ یہ جنگ مقدس جو کاسر صلیب اور حامیان صلیب کے مابین ہوئی اس میں میدان اسلام کے پہلوان کے ہاتھ رہا اور کسر صلیب ایسے رنگ میں ہوا کہ پھر صلیب جڑنے کے قابل نہ رہی۔ مسلمان خوش ہوئے اور اہالیان صلیب کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔

مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی حربہ:

احادیث میں آتا ہے کہ مسیح موعود دجال کو اپنے حربہ (برچھی) کے ایک ہی وار سے قتل کر دے گا اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ وہ باب لُد میں قتل کرے گا اور لُد عربی زبان میں اُلُد کی جمع ہے یعنی ایسے لوگ جو جدال اور مباحثہ میں غالب آ جائیں۔ سو اس میں اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود اور آپ کے ساتھی دجال کو مباحثات کے دروازے سے قتل کریں گے۔ چنانچہ یہ پیش گوئی اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔‘‘

(تعارف کتاب جنگ مقدس روحانی خزائن جلد6صفحہ 15از مولانا جلال الدین شمس صاحب)

کاسر صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائے مباحثہ میں ہی ایک ایسا وار کیا کہ جس سے آپ علیہ السلام کا حریف پادری عبداللہ آتھم اور اس کے مددگار آخر دم تک نیم مردہ کی مانند آئیں بائیں شائیں تو کرتے رہے لیکن حقیقی جواب نہ اُن سے نہ بن پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس کامیاب وار کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’اس بحث میں نہایت ضروری ہو گا کہ جو ہماری طرف سے کوئی سوال ہو یا ڈپٹی عبداللہ آتھم کی طرف سے کوئی جواب ہو وہ اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ اپنی اپنی الہامی کتاب کے حوالہ سے ہو جس کو فریق ثانی حجت سمجھتا ہو اور ایسا ہی ہر ایک دلیل اور ہر ایک دعویٰ جو پیش کیا جاوے وہ بھی اسی التزام سے ہو۔ غرض کوئی فریق اپنی اپنی کتاب کے بیان سے باہر نہ جائے جس کا بیان بطور حجت ہو سکتا ہے۔‘‘

(جنگ مقدس روحانی خزائن جلد 6صفحہ 89)

سارے مباحثہ کو اوّل تا آخر پڑھ لیا جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ مسیحی مناد آخر دم تک اس معیار پر پورا نہیں اتر سکا بلکہ تعجب ہے کہ وہ دعویٰ اور دلیل میں بھی فرق نہ کر سکا جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم سے جو دعویٰ پیش فرمایا اس کے اثبات میں عقلی و نقلی دلائل بھی قرآن کریم سے ہی دیئے۔

مباحثہ کے نتائج:

اس مباحثہ سے بہت سارے خوش گوار نتائج اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے حق میں ظاہر ہوئے۔ چنانچہ ایام مباحثہ کے دوران میاں نبی بخش سوداگر پشمینہ امرت سر اور ماہر فقہ عالم باعمل حضرت قاضی امیرحسین رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے، اسی طرح کرنل الطاف علی خان صاحب رئیس کپور تھلہ جو عیسائیت اختیار کر چکے تھے اسلا م لے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس رنگ میں اسلام کو زندہ مذہب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی اور قرآن کریم کو زندہ کتاب کے طور پر پیش کیا وہ ایسے امور نہ تھے جن سے عیسائی دنیا متأثر نہ ہوتی۔ چنانچہ 1894ء میں دنیا بھر کے پادریوں کی جو عظیم الشان کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی اس کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ (Glouster Rev. Charles Jhon Elcot)نے کیا:

"The other adhering firmly to old principles, and, in effect, probably less altimately harmful. But perhaps the movement in Muhammadanism is the most striking. I learn from those who are experienced in these things that there is now a new kind of Muhammadanism showing itself in many parts of our empire in India, and even in our own island here at home. Muhammadanism now speaks with reverence of our blessd Lord and Master, but is none the less more intensely monotheistic then ever. It discards many of those usages which have made Muhammadanism hateful in our eyes, but the False Prophet holds his place no less pre-eminently than before. Changes are plainly to be recognised; but Muhammadanism is not the less aggressive, and, alas! to some minds among us (God grant that they be not many) even additionally attractive. Unitarianism has found in it an unlooked for ally. All these things you will hear set forth in various forms; and I do now very solemnly command to your anxious consideration the papers that will be read, and the statements that will be made, in refrence to the present state of Judaism and Muhammadanism."

(The official report of the Missionary Conferance 1894, page 64)

اس خطاب کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو تجربہ کار ہیں، نے بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے۔ اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نظر آرہے ہیں۔ یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بنا پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب ہمارے نگاہ میں قابل نفرین قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم سے بعض ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ پادریوں کے دلوں پر آپ علیہ السلام کا رُعب چھا گیا اور مسیحی دنیا نے محسوس کر لیا کہ اسلام کے غلبہ اور عیسائیت کی شکست کا وقت آن پہنچا ہے۔

علمائے اسلام کا اعتراف:

عیسائیت کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فتح مبین کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک غیر احمدی مولوی نور احمد نقش بندی یوں رقم طراز ہیں:

''اس زمانہ میں پادری لیفرائے (Lefroy) پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا دوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ اسلام کی سیرت و احکام پر جو اس کا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام و سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرت جس پر اس کا ایمان تھا یکساں تھے۔ پس الزامی ونقلی وعقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے (Lefroy) اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے لیفرائے (Lefroy) کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔''

(دیباچہ معجز نما کلاں قرآن شریف اصح المطالب دلی مطبوعہ 1934ء صفحہ 30)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے رد میں صرف زبانی مباحثات ہی نہیں کئے بلکہ آپ علیہ السلام نے عیسائیت کے رد میں بہت بڑا قلمی جہاد بھی کیا ہے۔ اس جہاد کا میدان کم و بیش 84 کتب پر پھیلا ہوا ہے۔ اس علمی خزانے اور عیسائیت کے خلاف ناقابل تسخیر ہتھیار نے احمدی مبلغین کو بھی ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ کتب جو آپ علیہ السلام نے عیسائیت کے رد میں تصنیف فرمائی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1) انجام آتھم 2) سراج الدین عیدائی کے چار سوالوں کے جواب
3) مسیح ہندوستان میں 4) جنگ مقدس 5) اعجاز مسیح 6) چشمۂ مسیحی

مولانا ابوالکلام آزاد:

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب اخبار ''وکیل'' میں لکھتے ہیں کہ :

''ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع، عرفان حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گیری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کے مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا ۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی۔''

(اخبار وکیل بحوالہ بدر قادیان 18 جون 1908ء صفحہ 2 و 3)

تحریک شدھی ملکانہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات بعد کے تقریباً 1923ء کے آغاز میں ہی آپ علیہ السلام کے خلیفہ ثانی کے دور خلافت میں ایک اور خطر ناک حملہ آریہ سماج کی طرف سے اسلام پر کیا گیا جو تاریخ میں تحریک شدھی ملکانہ کے نام سے زبان زدعام ہے جس میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو مرتد کر کے دوبارہ ہندو بنانے کی مذموم کوشش کی گئی اور کئی ضعیف الاعتقاد مسلمان اس فتنہ کا شکار ہو کر اسلام سے منحرف ہو کر آریوں کے گندے عقائد کے پیروکار بن گئے۔ یہ صورت حال بھلا خلفائے احمدیت کیلئے کیسے قابل برداشت ہو سکتی تھی؟ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کی اس مذموم سازش کا وسیع پیانہ پر مقابلہ کرنے کا عظیم پروگرام بنایا۔ ذیل میں اس تحریک مذموم کی تفصیلات ملاحظہ ہوں:

شدھی تحریک کا پس منظر:

ہندستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد تو فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ہاتھوں 712ء میں رکھی گئی مگر اسلام کا پیغام اس بر صغیر میں عرب تاجراور سیاح برسوں پہلے پہنچا چکے تھے اور اس کی وسیع تبلیغ و اشاعت اکا بر اولیا و اصفیا وصلحائے امت نے کی۔ ان بزرگوں کی اخلاقی قوت، ان کے خوارق و کرامات اور ان کے زبردست روحانی اثرات کی وجہ سے ہندوستان کی کئی بت پرست قومیں راجپوت، جاٹ، میواتی وغیرہ اس کثرت سے اسلام میں داخل ہو گئیں کہ ہر طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آنے لگے مگر جیسا عظیم الشان یہ داخلہ تھا ویسے وسیع پیانے پر اس کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کا انتظام نہ ہو سکا اور بعض ہندو قومیں اسلامی تعلیم و تربیت سے بکلی محروم رہیں۔ چونکہ وہ اسلام کو سچا سمجھ کر مسلمان ہوئی تھیں اس لئے اپنے آپ کو سمجھتی اور کہتی تو مسلمان رہیں اور ہندو بھی انہیں مسلمان ہی خیال کرتے رہے لیکن اپنے آپ کو مسلمان سمجھنے اور کہلانے کے سوا ان کا رہنا سہنا، کھانا پینا، بول چال، پہناوا، برتاؤ اور رسم و رواج سب ہندوؤانہ تھے۔ یہاں تک کہ نام بھی ہندوؤانہ، کام بھی ہندوٴانہ اور ماحول بھی ہندوؤانہ۔ ان کے ہاں شادی کے موقع پر قاضی جی بھی بلائے جاتے تھے اور پنڈت جی بھی! یہی حالت غمی کے موقع پرتھی۔ ان قوموں کے مردے بھی دفن کئے جاتے تھے اور جلائے بھی جاتے تھے۔ ان کے کئی دور اسی حالت میں گزر چکے تھے۔ وہ تو ناواقفی کی وجہ سے اپنی اس غیر اسلامی حالت کو اسلامی حالت سمجھ کر مطمئن تھیں اور مسلمان اپنی غفلت و بے پروائی کے باعث اور ان قوموں کا اس حالت پر قائم و برقرار رہنا بھی صرف اس لئے ہو سکا کہ یہ جہاں کہیں بھی تھیں سناتنی ہندوؤں میں گھری ہوئی تھیں اورسناتنی ہندوکسی غیرمذہب کو اپنے مذہب میں داخل و شامل کرنا خود مذہبی عقائد کی رُو سے جائز نہیں سمجھتے اور اس کے سخت مخالف تھے اس لئے انہوں نے سودی کاروبار کے ذریعہ سے ان قوموں کا خون تو جہاں تک چوس سکے خوب چوسا لیکن مذہبی لحاظ سے ان کے معاملات میں نہ کوئی مداخلت کر سکتے تھے اور نہ انہوں نے کوئی مداخلت کی۔ ہاں جب اُنیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں پنڈت دیانند سرسوتی کی کوشش سے سناتنی ہندوؤں کے خلاف ایک نیا فرقہ آریہ ظہور میں آیا تو وہ غیرمذاہب والوں کو اپنے مذہب میں شامل کر لینے کا قائل اور اس کیلئے بڑا جوش وخروش رکھنے والا تھا۔ چنانچہ اس نے قوت پاتے ہی شدھی یعنی غیر مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کا سلسلہ شرور کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 326،327)

شدھی کے پیچھے ہندو راج کے منصوبے:

اس خطر ناک حملہ کی شدت کا اندازہ لگانے کے لئے آرہ کے وہ بیانات بھی کافی رہنمائی کرتے ہیں جو بعد کو ان کی زبانوں سے خود بخود جاری ہو گئے اور جن میں انہوں نے کھلا اعتراف کیا کہ شدھی کی تحریک صرف ملکانہ کے مسلم راجپوتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو ہندو دھرم کی چوکھٹ پر لا ڈالنے کے لئے اُٹھائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک آریہ سماجی راجکمار اتھی نے دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''بلا شدھی ہندو مسلم ایکتا (اتحاد) نہیں ہوسکتی۔ جس وقت سب مسلمان شدھی ہو کر ہندو ہو جائیں گے تو سب ہندو ہی ہندو نظر آئیں گے پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو آزادی سے نہیں روک سکتی۔''

(تیج دہلی 20 مارچ 1925 صفحہ 6 بحوالہ ہندو راج کے منصوبے از ملک فضل حسین صاحب بار ہشتم ستمبر 1930ء صفحہ 138)

سوامی وچارند نے گورو کل کانگڑی کی سلور جوبلی کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا:

''سب دھرموں سے ہمارا دھرم پرانا ہے تو ہمارے دھرم کے سامنے کسی کو ادھیکار (حق) نہیں کہ وہ شدھ کرے۔ سوراج کیلئے ہند و مسلم ایکتا (اتحاد) ضروری ہے لیکن ہم سچی ایکتا شدھی میں مانتے ہیں جب تک بھارت ورش کے مسلمان اور عیسائی شدھ نہیں ہو جائیں گے اس وقت تک تم کو سوراج نہیں مل سکتا۔''

(پیغام صلح بحوالہ ہندو راج کے منصوبے از ملک فضل حسین صاحب بار ہشتم ستمبر 1930ء صفحہ 138،139)

اسی موقع پر پنڈت لوک ناتھ جی نے کہا:

''اگر اس چھتری کو جس گئو کی گردن پر چل رہی ہے، بندکرنا چاہتے ہو تو اس کا علاج شدھی ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری اگر آپ ہمیشہ کیلئے کانٹے دار درخت کو مٹانا چاہتے ہیں تو اس کی جڑ نکال دو۔''

(پیغام صلح بحوالہ ہندو راج کے منصوبے از ملک فضل حسین صاحب بار ہشتم ستمبر 1930ء صفحہ 138،139)

''کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
ہندوؤ! تم میں ہے گر جذبۂ ایمان باقی
بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلمان باقی''

(تیج دہلی 13 جنوری 1925 صفحہ 6 بحوالہ ہندو راج کے منصوبے از ملک فضل حسین صاحب بار ہشتم ستمبر 1930ء صفحہ 144 و تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 329،330)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان:

مسلم پریس نے شدھی کے خلاف آواز تو مارچ 1923ء میں بلند کی مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 1923ء کے آغاز میں ہی اس فتنہ کی طرف توجہ فرمائی اور یہ معلوم ہوتے ہی کہ ایک قوم کی قوم ارتداد کیلئے تیار ہے۔ فوراً دفتر کو ہدایت فرمائی کہ پوری تحقیق کریں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق پہلے مختلف ذرائع سے اس خبر کی تصدیق کی گئی، ضروری حالات معلوم کرنے کے بعد دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ فروری 1923ء میں صوفی عبد القدیر صاحب نیاز بی اے اور ایک اور احمدی کو علاقہ ملکانہ میں ابتدائی سروے اور فراہمی معلومات کیلئے بھجوا دیا۔ صوفی عبدالقدیر صاحب نے واپس آ کر مفصل بتایا کہ حالت بہت مخدوش ہے اور فوری تدارک کی ضرورت ہے۔''

(الفضل 17مارچ 1923ء)

اس رپورٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے شدھی کا وسیع پیمانے پر مقابلہ کرنے کیلئے ایک زبردست سکیم تیار کی۔ چنانچہ 9مارچ 1923ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس فتنۂ ارتداد کی وسعت بیان کرتے اور جماعت کو اپنی سکیم کے ایک حصہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اس حالت کو دیکھ کر میں نے تجویز کیا ہے اور میرا اس وقت یہی اندازہ ہے کہ ہمیں اس وقت ڈیڑھ سو آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس علاقہ میں کام کریں اور کام کرنے کا طریق یہ ہو کہ اس ڈیڑھ سو کو تیس تیس کی جماعت پر تقسیم کر دیا جائے اور اس کے چار حصے بیس بیس کے بنائے جائیں اور تیس آدمیوں کو ریزرو (reserve) رکھا جائے کہ ممکن ہے کوئی حادثہ ہو، کوئی آدمی بیمار ہو جائے یا کوئی اور سانحہ ہو تو ہم ان میں سے بھیج سکیں۔ اس ڈیڑھ سو میں سے ہر ایک کو یہ اقرار کر کے فی الحال تین مہینہ کے لئے زندگی وقف کرنی ہو گی جو میں اب بیان کر دوں گا۔ پہلے بعض لوگوں کی درخواستیں آئی ہیں میں نے ان کو جواب نہیں دیا وہ اب سمجھ لیں گویا ان کی درخواتیں واپس کر دی گئی ہیں ان شرائط کے سننے کے بعد جو درخواستیں آئیں گی وہ منظور کی جائیں گی: اوّل یہ کہ ہم ان کو پیسہ بھی خرچ کیلئے نہ دیں گے، اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ انہیں خود برداشت کرنا ہو گا۔ جو لوگ اس طرز پر زندگی وقف کرنے اور اس علاقے میں جانے کیلئے تیار ہوں وہ درخواستیں دیں۔ ڈیڑھ سو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ وہاں کا خرچ، کرایہ وغیرہ وہ سب خود برداشت کریں گے، چاہے وہ پیدل سفر کریں یا سواری پر یہ ان کو اختیار ہے مگر ہم ان کے خرچ کا ایک پیسہ نہیں دیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کو ہم خود انتظام کرنے کیلئے بھیجیں گے ان کو بھی جو ہم کرایہ دیں گے وہ تیسرے درجہ کا ہو گا چاہے وہ کسی درجہ اور اس کی حالت کے ہوں اور اخراجات بہت کم دیں گے۔ ان لوگوں کے علاوہ زندگی وقف کرنے والے خود اپنا خرچ آپ کریں گے، اپنے اہل و عیال کا خرچ خود برداشت کریں گے البتہ ڈاک کا خرچ یا وہاں تبلیغ کا خرچ اگر کوئی ہو گا تو ہم دیں گے۔''

(الفضل 15مارچ 1923ء صفحہ 5)

کامیاب مدافعت اور اس کا اقرار:

''الحمد للہ کہ احمدی مبلغوں کی کوششیں بارآور ہوئیں اور اللہ کے فضل و کرم سے شدھی کی رَو میں زبردست کمی آ گئی اور شدھ کئے ہوئے خاندان بڑی کثرت سے دوبارہ اسلام میں آنے لگے، شورش انگیز اور تشدد آمیز کارروائیوں اور چیرہ دستیوں اور مخالف طاقتوں کی زبردست شورش کے باوجود ہر طرف اسلام کی فتوحات کے دروازے کھل گئے، ریاست بھرت پور کے کئی گاؤں شدھی سے تائب ہو کر پھر سے اسلامی لشکر میں آشامل ہوئے۔ آنور کا قصبہ جس کے قریب سری کرشن جی کی پیدائش ہوئی اکثر و بیشتر مسلمان ہو گیا، اسھار کے ایک بڑے حصے نے اسلام قبول کر لیا۔ مجاہدین احمدیت کے ہاتھوں شدھی تحریک کو جس عبرتناک ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اس کا اقرار ہندوؤں اور سکھوں دونوں کی طرف سے برملا کیا گیا۔ چنانچہ لالہ سنت رام بی اے جات پات توڑک منڈل لاہور نے بیان دیا:

''الفاظ بہت کڑے ہیں اور سخت مایوسی سے بھرے ہوئے ہیں مگر یہ سچائی ہے چاہے کڑوی ہو۔ بہت سے بھائی پوچھیں گے ہم اخباروں میں روز شدھی اور اچھوت ادھار کی خبریں پڑھتے ہیں......پھر تم کہتے ہو کہ شدھی اور

اچھوت اُدھار کی تحریک کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کے جواب میں میری عرض یہ ہے کہ کسی کو جھوٹا کہنے کی ضرورت نہیں۔ پرمیشور نے آپ کو آنکھیں دی ہیں کہ اس وقت ہندو سماج میں دوسرے دھرموں سے کتنے لوگ شدھ ہو کر آئے ہیں جن کی شدھی کی خبریں اخباروں میں جلی الفاظ میں چھپتی ہیں۔ ان کی تعداد کم سے کم پانچ سو تو ہو گی مگر ان میں سے مجھے بیس کے نام تو گن دیجئے جو آج بھی ہندو ہوں؟.......ملکانوں کی شدھی پر بڑا فخر کیا جاتا ہے، تھی بھی وہ بڑی فخر کی بات مگر جو لوگ سچائی کو جانتے ہیں وہ بڑے متفکر ہیں۔ ملکانوں کی شدھی کی جو رپورٹ وقتاً فوقتاً اخبارات میں چھپتی رہی ہے اس کے بموجب شدھ ہونے والوں کی گنتی ڈھائی لاکھ سے کم نہیں پہنچی مگر.....ان لوگوں میں بہت سے تو اپنی پہلی حالت میں واپس چلے گئے اور باقی بیچ میں لٹکے ہوئے کسی ٹھوکر کی راہ دیکھ رہے ہیں۔''

پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے اپنی کتاب ''ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں'' میں لکھتے ہیں:

''آریہ سماج نے شدھی یعنی ناپاک کو پاک کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ ایسا کرنے سے آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقہ سے تصادم ہو گیا۔ آریہ سماج کہتی تھی کہ وید الہامی ہیں اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ ہیں اور مکمل گیان ہیں قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمد خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس کدو کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی عیسائی یا مسلمان مذہب کی خاطر آریہ سماج میں شامل نہیں ہوتا۔ مذہب کی تبدیلی بے معنی سی ہو گئی ہے۔ آریہ سماج کا تعلیمی کام اب تک جاری ہے مگر سماج کا تبلیغی کام تقریباً بند ہے۔ آریہ سماج کی تحریک خاطر خواہ ترقی نہ کر سکی۔ پرانے ہندو جو بت پرست اور مقلد تھے وہ ویسے کے ویسے رہے اور کچھ انگریزی پڑھے لکھے لوگ جو سماج میں داخل ہوئے وہ مادیت میں پھنس کر دہریہ ہو گئے ان کی تو وہی حالت ہے 'نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم'۔''

(تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 387 و 388)

مسلمان علما کا خراج تحسین:

زمیندار اخبار اپنی 24جون1923ء کی اشاعت میں رقم طرز ہے:

''جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں اور ایثار اور کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہیں۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرت بے حس و حرکت پڑے ہیں اس الوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھا دی۔''

(اخبار زمیندار لاہور 24جون 1923ء بیان شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور)

غیر مسلم اخبارات کا خراج تحسین:

1) اخبار پرتاب لاہور:

''مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہم وطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے اور وہ خطرہ اتنا عظیم

ہے کہ اس کے نتیجے کے طور پر صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔ وہ خطرہ ہے تنظیم و تبلیغ کا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اُکھڑ رہے ہیں، ان کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا تو ایک وقت ایسا آ سکتا ہے جبکہ آریہ دھرم کا کوئی بھی نام لیوا نہ رہے۔''

(اخبار پرتاب لاہور 21اکتوبر1929ء)

2) دیو سماجی اخبار ''جیون نت'' لاہور:

''ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی تحریک کو روکنے اور ملکانوں میں اسلامی مت کا پرچار کرنے کیلئے احمدی صاحبان خاص جوش کا اظہار کر رہے ہیں۔ چند ہفتے ہوئے قادیانی فرقہ کے لیڈر مرزا محمود احمد صاحب نے ڈیڑھ سو ایسے کام کرنے والوں کیلئے اپیل کی تھی جو تین ماہ کیلئے ملکانوں میں جا کر مفت کام کرنے کیلئے تیار ہوں، جو اپنا اور اپنے اہل و عیال کا وہاں کے کرایہ کا کل خرچہ برداشت کر سکیں اور انتظام میں جس لیڈر کے ماتحت جس کام پر انہیں لگایا جاوے اسے وہ خوشی خوشی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس اپیل پر چند ہفتوں کے اندر چار سو سے زیادہ درخواستیں موصول ہو چکی ہیں اور تین پارٹیوں میں نوے احمدی صاحبان آگرہ کے علاقہ میں پہنچ چکے ہیں اور بہت سرگرمی سے ملکانوں میں اپنا پرچار کر رہے ہیں۔ اس نئے علقہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے ان میں سے بعض نے جن میں گریجوایٹ نوجوان بھی شامل تھے اپنے بسترے کندھوں پر رکھ کر اور تیز دھوپ میں پیدل سفر کر کے علاقہ کا دورہ کیا ہے۔ اپنے مت کے پرچار کیلئے ان کا جوش اور ایثار قابل تعریف ہے۔''

(اخبار جیون نت لاہور 24 اپریل 1923ء)

عیسائی ممالک میں مراکز احمدیت کا قیام:

ہندوستان میں مسیح محمدی کی تیغ برہان کا نشانہ بننے والے مسیحی منادوں نے جب دیکھا کہ ہندوستان میں ان کی دال نہیں گلے گی تو انہوں نے اپنے دجالی حربوں کا نشانہ افریقہ کے سادہ لوح اور غریب عوام کو بنانا چاہا جو کچھ تو کاملاً مسلمان تھے یا پھر کلیۃً لامذہب تھے۔ اس صورت حالات کو دیکھتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام کے خدام نے اپنے امامِ وقت کی رہنمائی میں سادہ لوح افریقیوں کو اپنے دجل کا نشانہ بنانے والی عیسائیت کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ یوں افریقی اسلام احمدیت کے مضبوط حصارِ عافیت میں آ گئے۔ ذیل میں مسیح موعود علیہ السلام کے خدام اور مسیحیت کے علم برداروں کے مابین افریقہ کے تپتے صحراؤں میں ہونے والی معرکہ آرائیوں کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے جن میں اسلام نے فتح پائی اور باطل بھاگ گیا۔

افریقہ میں سب سے پہلے 1896ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو صحابہ حضرت منشی محمد افضل صاحب اور حضرت میاں عبداللہ صاحب کے ذریعہ احمدیت قائم ہوئی۔ یہ دونوں صحابہ کینیا کی کالونی ممباسا پہنچے اور احمدیت کی داغ بیل ڈالی۔''

(ملخص از تاریخ احمدیت جلد 7صفحہ 257)

دارالتبلیغ غانا(Ghana) کا قیام:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے افریقہ میں پہلے مشن ہاؤس (Mission House)کے قیام کیلئے مولانا

عبدالرحیم صاحب نیر کا انتخاب فرمایا جو ان دنوں لنڈن (London) میں خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ چنانچہ مولانا نیر رضی اللہ عنہ 9فروری 1921ء کو لنڈن سے روانہ ہوئے اور 19فروری 1921ء سیرالیون پہنچے۔ چند روز سیرالیون میں تبلیغ احمدیت کے بعد مولانا نیر صاحب رضی اللہ عنہ 28فروری 1921ء کو غانا کی بندرگاہ سالٹ پانڈ پہنچے۔ اس طرح غانا میں پہلا احمدیہ مشن ہاؤس قائم کیا جس کے اثر سے گولڈ کوسٹ جو عملاً عیسائیت کا گڑھ تھا آہستہ آہستہ اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں آنے لگا۔

11مارچ 1921ء کو اکرافول میں پہلا جلسہ ہوا۔ پھر 18مارچ 1921ء کو دوسرا جلسہ ہوا اور جلسہ کے دوسرے یہ دن ہزاروں لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔''

(ملخص از تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 269)

نائجیریا مشن ہاؤس:

''غانا میں ہزاروں لوگوں کے قبول احمدیت کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب نے اپنی توجہ نائجیریا کی طرف مبذول کی۔ چنانچہ پہلی بار مولانا نیر صاحب بذریعہ جہاز 8اپریل 1921ء کو نائجیریا کے دارالحکومت لیگوس پہنچے۔ لیگوس میں مسلمانوں کی تعداد پینتیس ہزار اور عیسائی بیس ہزار کے لگ بھگ تھے مگر علم، دولت، تجارت اور سرکاری عہدے سب عیسائیوں کے ہاتھ میں تھے اور عیسائیوں کے چالیس مدارس کے مقابل مسلمانوں کا صرف ایک (محمڈن سکول) تھا۔ ان حالات میں مولانا نیر صاحب نے لیگوس میں قدم رکھا اور مختلف مساجد میں لیکچرز دینا شروع کئے پھر پبلک لیکچروں کا باقاعدہ سلسلہ شروع فرمایا جن سے ہزاروں سعید روحیں احمدیت کی طرف کشاں کشاں آنے لگیں۔''

(ملخص از تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 269)

اس کے بعد انہی بزرگوں کی کوششوں اور دعاؤں اور رہنمائی سے کئی ایک مشن ہاؤسز قائم ہوئے۔ چنانچہ مغربی افریقہ کے ملک گیمبیا کے گورنر جنرل الحاج سر ایف ایم سنگھاٹے کا قبول احمدیت انہی مشن ہاؤسز کی مساعی کا ہی ایک نتیجہ تھا۔ سر ایف ایم سنگھاٹے 1965ء میں احمدی ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' کے پہلے مظہر بنے۔

جس طرح حضرت مسیح موعو علیہ السلام کو تبلیغ اسلام میں بہت سی اندرونی اور بیرونی رکاوٹوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح آپ علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے متبعین اور فدائین کو بھی اسلام کی تبلیغ میں کئی قسم کے آلام جھیلنے پڑے۔ چنانچہ ہندوستان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر عیسائیت کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم سامنے آیا اور افریقہ میں بہت سے دشمنان حق کے علاوہ ایک شخص امریکی نژاد مسیحی مناد ڈاکٹر بلی گراہم بھی داعیین احمدیت کے مقابل آیا اور منہ کی کھا کے واپس امریکہ بھاگ گیا۔ ذیل میں افریقہ میں جماعت کے احمدی مشنری انچارج مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کی طرف سے ڈاکٹر بلی گراہم کو دیئے جانے والے روحانی چیلنجز کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر بلی گراہم (Dr. Billy Graham) کو مقابلہ روحانی کا چیلنج:

امریکہ کے مشہور مسیحی مناد ڈاکٹر بلی گراہم 1961ء کے شروع میں افریقہ کے تبلیغی دورہ پر روانہ ہوئے تو امریکی پریس خصوصاً اخبار ''ٹائم (Times) '' اور '' نیوز ویک (News Week)'' نے اس دورہ کو بہت اہم قرار دیا اور عیسائیت کی کامیاب کی بڑی امیدیں اس سے وابستہ کیں۔ افریقہ کے طول و عرض میں کئی ماہ سے ان کی آمد کا زبردست پروپیگنڈا جاری تھا کہ ڈاکٹر

بلی گراہم فروری کے آخر میں نیروبی پہنچے اور عظیم الشان جلسے منعقد کئے گئے جن میں انہوں نے لاکھوں نفوس سے خطاب کیا۔

شیخ مبارک احمد صاحب نے 3مارچ 1961ء کو ڈاکٹر بلی گراہم کے نام ایک خط لکھا جس میں ان کے سامنے انجیل کے اصولوں کی رُو سے بذریعہ دعا لا علاج بیماروں کو تندرست کرنے کا طریق رکھا اور اس کے مطابق اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کو للکارا۔

ملکی اخبارات میں اس چیلنج کا خوب چرچا ہوا اور پریس نے شیخ صاحب کا فوٹو شائع کر کے اس کو اہمیت دے دی جس سے متأثر ہو کر ڈاکٹر گراہم سے ان کے ایک لیکچر کے بعد سوال کیا گیا کہ کیا آپ یہ چیلنج قبول کریں گے؟ ڈاکٹر گراہم نے جواب دیا میرا کام محض وعظ کرنا ہے مریضوں کو چنگا کرنا نہیں۔

عیسائی حلقوں کی طرف سے ڈاکٹر بلی گراہم (Dr. Billy Graham) کو مجبور کیا جانے لگا کہ وہ یہ چیلنج قبول کر کے عیسائیت کی سچائی کا ثبوت دیں ورنہ عیسائیت کو سخت زک پہنچے گی مگر وہ آمادہ نہ ہو سکتے تھے اور نہ ہوئے۔ افریقہ کے غیر احمدی مسلمانوں نے شیخ مبارک احمد صاحب کو مبارک باد دی اور اقرار کیا کہ آپ نے عیسائیت کے بالمقابل اسلام کا جھنڈا خوب بلند رکھا ہے۔

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر خالد غزنوی نے پاکستان کے اخبار مشرق (لاہور) مؤرخہ 18اکتوبر 1963ء میں لکھا:

> ''چند سال سے افریقہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں مسلمانوں و عیسائیوں کے درمیان معرکہ جاری ہے عیسائی مشنری اپنے تمام ہتھیاروں سے لیس ہو کر افریقہ پر ایک مدت سے حملہ آور ہیں اس کے مقابل میں مسلمان مشنریوں نے وہی طریقے اختیار کئے فرق صرف اتنا تھا کہ مسلمانوں کی تنظیم اتنی مکمل نہ تھی اور ان کے مالی وسائل حد درجہ محدود تھے جس کی کمی پوری کرنے کے لئے انہوں نے حد درجہ جسمانی مشقت سے کام لیا۔ امریکہ کے ایک پادری بلی گراہم کو پچھلے دنوں بڑے شہرت حاصل ہوئی تھی مسلمان مبلغوں نے ان کا افریقہ میں اس طرح پیچھا کیا کہ ان کی خطابت اور زور بیان کا بھرم کھل گیا۔ ہر جلسہ میں ان سے عیسائیت کے بارے میں ایسے سوال کئے گئے کہ کوئی عیسائی ان کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ انہیں ہر شہر میں مناظرہ کا چیلنج دیا گیا جب انہوں نے یہ رنگ دیکھا تو وہ اپنا چار مہینہ کا طویل پروگرام مہینہ بھر میں ختم کر کے واپس بھاگ گئے اور اس دن سے ان کی شہرت پھر کبھی سننے میں نہ آئی۔''

(تاریخ احمدیت جلد 7صفحہ 89-288)

بُرکینا فاسو (Burkina Faso) میں احمدیت کا پیغام:

بُرکینا فاسو میں پہلی مرتبہ غانا (Ghana) سے احمدیت کا پیغام 51-1950ء میں پہنچا۔ ابتدا میں Sourou کے علاقہ میں دو جماعتیں قائم ہوئیں اور ان کی خوب مخالفت ہوئی حتیٰ کہ ایک جماعت Kou Gny کے افراد کو گاؤں بدر بھی کر دیا گیا مگر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور وہ ہجرت کر گئے۔ بُرکینا فاسو میں مکرم محمود ناصر ثاقب صاحب2001ء سے بطور امیر و مشنری انچارج خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ جماعت کو رجسٹرڈ ہوئے18سال گزر چکے ہیں اور ترقی قابل دید ہے۔ جماعتی لحاظ سے یہ ملک 12ریجنز (Regions) پر منقسم ہے جس کا انچارج ریجنل مشنری کہلاتا ہے، دعوت الیٰ اللہ کے ذریعہ جماعت کو اب تک 4000 بیوت الذکر حاصل ہو چکی ہیں جن میں سے 27 جماعت کی خود تعمیر کردہ ہیں۔

(الفضل 26 ستمبر 2005ء صفحہ 4)

یوگنڈا (Uganda) میں احمدیت :

یوگنڈا مشرقی افریقہ کا ملک ہے۔ یوگنڈا میں ساحل سمندر سے قریباً 8 سو میل اندرون علاقہ میں ایک سرسبز خطہ ہے سب سے پہلے یہاں دو شخص احمدی ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جہلم (پاکستان) کے رہنے والے تھے اور ہاتھی دانت کی تجارت کرتے تھے۔ بعد ازاں یہ لوگ کانگو (Congo) چلے گئے۔ ان کے بعد کئی لوگ مثلاً ڈاکٹر لعل دین صاحب، بھائی محمد حسین صاحب کھوکھر وغیرہ تشریف لے گئے اور اس طرح ایشیائی احمدیوں کی ایک جماعت کا وہاں قیام عمل میں آیا۔ فروری 1947ء میں چھ مجاہدین کا ایک قافلہ قادیان سے بھجوایا گیا جن کو یوگنڈا سمیت مشرقی افریقہ کے کئی علاقوں میں تعینات کیا گیا۔

27 جولائی 1957ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کی تعمیل میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب نے یوگنڈا میں بیت الذکر کی بنیاد رکھی اور ماہ اگست 1957ء کو مشن ہاؤس کی بنیاد بھی رکھ دی گئی یہ دونوں عمارات 1959ء میں مکمل ہو گئیں۔

19 اگست 1957ء میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب نے کمپالا جو یوگنڈا کا دارالحکومت ہے میں بیت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا یہ بیت الذکر 1962ء میں مکمل ہوئی۔ یوگنڈا میں آج کل 9 مربیان خدمت بجا لا رہے ہیں۔

(الفضل 19 مئی 2005ء)

اس وقت افریقہ کے 12 ممالک میں 37 ہسپتال اور کلینک دکھی انسانیت کی خدمت بجا لا رہے ہیں اور 465 ہائر سیکنڈری اور جونیئر سیکنڈری سکولز علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

بُرکینا فاسو میں جماعت احمدیہ کا پہلا ریڈیو اسٹیشن قائم ہو چکا ہے جس کے ذریعہ روزانہ ساڑھے سولہ گھنٹے تک دین حق کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔ اب اس ملک کے دارالحکومت میں T.V سٹیشن قائم کرنے کی کوشش کی جاری رہی ہے۔

(فولڈر جماعت احمدیہ ترقی کی شاہراہوں پر جولائی 2005 تک کا جائزہ)

افریقہ کے بعد اب بعض دوسرے براعظموں میں عیسائی ممالک میں جماعت احمدیہ کے مشن ہاؤسز کے قیام کی ابتدائی رُوداد درج کی جارہی ہے۔ اب تو اللہ کے فضل سے ان ممالک میں احمدیت کا پودا مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا ہے لیکن ابتدائی حالات کا علم ہونا بھی ضروری ہے کہ کس طرح احمدیت کے سپوتوں نے عیسائیت کی یلغار کو نہ صرف روکا بلکہ خود انہی ممالک میں جا کر ان پر حملہ کیا اور میدان کا نقشہ بدل کے رکھ دیا۔

احمدیہ مشن ہاؤس امریکہ (U.S.A.):

دارالتبلیغ امریکہ کی بنیاد:

1920ء کے سال کو ایک نمایاں خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس میں سلسلہ احمدیہ کی باقاعدہ تبلیغی مہم پرانی دنیا کی حدود سے نکل کر نئی دنیا میں جا پہنچی اور امریکہ میں مستقل مرکز کی بنیاد پڑی۔ یہ وہی امریکہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پیشگوئی کے مطابق ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی فالج زدہ ہو کر کچھ دنوں کے بعد 9 مارچ 1907ء کو بڑی حسرت و اندوہ کی حالت میں ختم ہو گیا۔ ڈوئی اس عداوت و دشمنی کا بد ترین نمونہ تھا جو امریکن پادریو ں کو اسلام اور بانی اسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رہی ہے۔

دراصل امریکہ کے پادری گزشتہ صدی سے تمام عالم اسلام حتیٰ کہ مرکز اسلام مکہ معظّمہ پر بھی صلیب کے جھنڈے لہرانے

کے خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ مسٹر جان ہنری بیروز (John Henry Berose) نے گزشتہ صدی کے نصف آخر میں کہا تھا کہ صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو افگن ہے تو دوسرے طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمک سے جگمگا رہا ہے یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ دمشق اور تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہو گا۔

یہ حالات تھے جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو جو اس وقت انگلستان میں تھے امریکہ چلے جانے کا حکم صادر فرمایا ۔ آپ 26 جنوری 1920ء کو انگلستان کی بندرگاہ لیور پول سے روانہ ہوئے اور پندرہ فروری 1920ء کو امریکہ کی بندر گاہ فلاڈلفیا پر اُترے لیکن شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے کیونکہ راہداری کے انسپکٹر نے کئی گھنٹے پوچھ گچھ کے بعد صرف اس وجہ سے کہ آپ ایک ایسے مذہب کے داعی او مبلغ تھے جو تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔ آپ کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی اور فیصلہ کیا کہ آپ جس جہاز میں آئے ہیں اس میں واپس چلے جائیں۔ حضرت مفتی صاحب نے اس فیصلہ کے خلافت محکمہ آباد کاری (واشنگٹن Washington D.C.) میں اپیل کی۔ اپیل کے فیصلہ تک آپ کو سمندر کے کنارے ایک مکان میں بند کر دیا گیا جس سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی مگر چھت پر ٹہل سکتے تھے اس کا دروازہ دن میں صرف دو مرتبہ کھلتا تھا جبکہ کھانا کھلایا جاتا تھا۔

اس مکان میں کچھ یورپین بھی نظر بند تھے جو عموماً نوجوان تھے اور پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت تک کے لئے یہاں نظر بند کر دیئے گئے تھے جب تک حکام کی طرف سے ان کے متعلق کوئی فیصلہ ہو یہ لوگ حضرت مفتی صاحب کا بڑا ادب کرتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے ان کیلئے نماز پڑھنے کی جگہ بھی انہوں نے بنا دی تھی اور برابر خدمت کرتے رہتے تھے حضرت مفتی صاحب نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر ان نوجوانوں ہی کو تبلیغ کرنا شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دو ماہ کے اندر پندرہ آدمی اسی مکان میں مسلمان ہوئے۔

ادھر یہ صورت ہوئی ادھر آپ کی شہرت کا غیبی سامان یہ ہوا کہ امریکن پریس نے آپ کی آمد اور ملک میں داخلے میں ممانعت کا بہت چرچا کیا اور بعض مشہور ملکی اخبارات مثلاً ''فلاڈلفیا ریکارڈ'' ''پبلک ریکارڈ'' ''نارتھ امریکن بلیٹن'' ''ایوننگ بلیٹن'' ''پبلک لیجر'' ''دی پریس'' نے نہ صرف آپ کی آمد کے بارے میں خبر دی بلکہ جماعت احمدیہ کے حالات بھی شائع کئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امریکی حکومت کے اس رویہ پر سخت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> '' امریکہ (U.S.A.) جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے اس وقت تک اس نے مادی سلطنتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی ہو گی۔ روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کر کے نہیں دیکھا اب اگر اس نے ہم سے مقابلہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے کہ ہمیں وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے ہم امریکہ کے ارد گرد علاقوں میں تبلیغ کریں گے اور وہاں کے لوگوں کو مسلمان بنا کر امریکہ بھیجیں گے اور ان کو امریکہ نہیں روک سکے گا اور ہم امید رکھتے ہیں کہ امریکہ میں ہر دن لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی صدا گونجے گی اور ضرور گونجے گی۔''

آخر شروع مئی 1920ء میں امریکی حکومت کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے پابندی اٹھا لی گئی جس کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب کو تبلیغ سے کئی انگریزوں کے مسلمان ہونے کی خبر جب متعلقہ محکمہ کے افسر کو پہنچی تو وہ بہت گھبرایا اور سوچنے لگا کہ اس طرح تو یہ آہستہ آہستہ نظر بند نوجوانوں کو مسلمان کر لیں گے اور جب شہر کے پادری صاحبان کو اس کا علم ہو گا تو وہ سخت ناراض ہوں گے اور شہر کی پبلک میرے خلاف ہو جائے گی اس پر اس نے اعلیٰ افسروں کو تار دے کہ

کس قدر جلد سے جلد ممکن ہو ہندوستانی مشنری کو اندرون ملک میں داخلے کی اجازت دے دی جائے۔ چنانچہ حکام نے بھی آپ کے امریکہ داخل ہونے کا فیصلہ کر دیا ور حضرت مفتی صاحب نے نیویارک میں داخل ہو سکے ایک مکان کا حصہ لیکچروں اور دفتر کے لئے کرایہ پر لے کر تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا اور سعید رُوحیں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگیں۔

اس کے بعد آپ نے ڈیٹرائٹ میں چند ماہ قیام فرمایا اور عرب آبادی میں خاص طور پر پیغام حق پہنچایا۔

1921ء میں آپ شکاگو (Chicago) منتقل ہو گئے۔ وہاں آپ نے ایک عمارت خرید کر امریکہ مشن کا مرکز قائم کیا اور ''دی مسلم سن رائزر'' کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ بھی جاری کیا حضرت مفتی صاحب (جوامریکہ میں آج تک ڈاکٹر صادق کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں) 4دسمبر 1923ء کو قادیان واپس آ گئے اور امریکہ کا چارج حضرت مولوی محمد الدین صاحب نے سنبھال لیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 249 تا 251)

احمدیہ مشن ہاؤس لنڈن:

حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے پہلے بیرونی مشن کی بنیاد تو جولائی 1913ء میں رکھ چکے تھے لیکن اس کا مستقل اور ممتاز صورت میں قیام دراصل اپریل 1914ء میں ہوا جب کہ آپ ووکنگ چھوڑ کر لنڈن تشریف لے آئے اور یہاں کرائے کے ایک مکان کو مرکز بنا کر تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا ۔ پہلا شخص جو آپ کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوا ایک صحافی کوریو (Mr. Coriao) نامی تھا۔ چودھری صاحب کی واپسی تک (جو مارچ1916ء میں ہوئی) قریباً ایک درجن انگریز مسلمان ہو چکے تھے مشن کے اس ابتدائی دور میں آپ کی تبلیغ زیادہ تر لیکچروں کے ذریعہ ہوئی جو انہوں نے مختلف کلبوں اور سوسائٹیوں میں دیئے۔

6رستمبر 1915ء کو حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی انگلستان تشریف لے گئے۔ حضرت قاضی صاحب پورے چار سال تک وہاں اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے آپ کو کئی پریشانیوں اور تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر آپ نے لڑیچر اور خطوط کے ذریعہ سے اپنی کوششیں برابر جاری رکھیں۔ آپ ابھی انگلستان ہی میں تھے کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے 10مارچ 1917ء کو روانہ ہو کر اپریل 1917ء میں ساحل انگلستان پر قدم رکھا۔ حضرت مفتی صاحب یہاں کچھ عرصہ قیام فرمانے اور حضرت قاضی صاحب کا ہاتھ بٹانے کے بعد 1920ء کے شروع میں امریکہ تشریف لے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے چودھری فتح محمد صاحب سیال حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کے ساتھ دوبارہ 15رجولائی 1919ء کو عازم انگلستان ہوئے اور 6راگست1919ء کو لندن پہنچے۔

چودھری صاحب نے گزشتہ تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تبلیغ کے کام میں اور زیادہ وسعت دی اور مسجد کے لئے بڑی جدوجہد کے بعد لنڈن کے محلّہ پٹنی ساؤتھ فیلڈ میں ایک یہودی سے زمین کا ایک قطعہ مع مکان بائیس سوسینتیس پونڈ میں خرید لیا۔ یہ اگست 1920ء کا واقعہ ہے اسی ماہ مولوی مبارک علی صاحب بی اے بنگالی قادیان سے انگلستان کے لئے روانہ ہوئے اور 18ستمبر 1920ء کو لنڈن پہنچے۔ چند ماہ بعد حضرت مولوی عبدا لرحیم نیر فروری 1921ء میں نائیجیریا روانہ ہوگئے اور چودھری صاحب مولوی مبارک علی صاحب چارج دے کر ستمبر1921ء میں قادیان واپس آگئے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے سیرالیون، گولڈ کوسٹ (غانا) اور نائیجیریا میں مشن قائم کرنے کے بعد واپس آ کر لنڈن مشن کا چارج لے لیا۔ حضرت مولوی عب الرحیم نیر صاحب کے دور میں ہی حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی بنفس نفیس ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے 19را کتوبر 1924ء کو مسجد فضل لندن کا سنگ بنیاد

رکھا۔ حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کے وجود باوجود سے لندن مشن کو عالمگیر شہرت حاصل ہوگئی اور لنڈن کی مذہبی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس آ گئے اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد مشن کے انچارج مقرر ہوئے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے تقرر کے ساتھ ہی رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان کی بجائے لنڈن سے نکلنے لگا اور تبلیغ کے ساتھ آپ کی ادارتی ذمہ داریوں کا بھی اضافہ ہو گیا۔ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا تھا مولانا درد صاحب نے اس کی تکمیل کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ آپ نے 1925ء میں چند دوستوں کے ساتھ دعائیں کیں اور مسجد کی بنیادیں کھودی گئیں اور اس کی تعمیر ایک انجینئرنگ کمپنی کے سپرد کر دی گئی۔ مسجد کی تکمیل 1926ء میں ہوئی اور اس کا افتتاح 3/اکتوبر 1926ء کو خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لا کے ہاتھوں ہوا۔ اس موقع پر پہلی اذان مسجد کے مینار کے پاس مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے نے دی اور مسجد کے پہلے برطانوی مؤذن ہونے کا شرف ایک نومسلم بلال دانیال ہاوکرنٹل (Mr. Billal Daniel Hawker Nuttal) کو حاصل ہوا جو حضرت مولانا درد کے زمانہ میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ مسجد کے افتتاح پر دنیا کے اخباروں نے عموماً اور لنڈن کے پریس نے خصوصاً بڑے بڑے آرٹیکل لکھے اور چاردانگ عالم میں اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی بہت شہرت ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 149-147)

آسٹریلیا (Australia) میں مراکز احمدیت:

آسٹریلیا ایک وسیع ملک ہے اور اس کے ایک اہم تجارتی شہر سڈنی (Sydney) میں جماعت احمدیہ کی ایک بہت بڑی اور خوبصورت مسجد ہے یہ مسجد سڈنی کی مین شاہراہ کے اوپر واقع ہے یہ مسجد ایک وسیع و عریض پلاٹ پر تعمیر کی گئی ہے جس کا رقبہ 28 ایکڑ ہے اس مسجد کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اس پلاٹ کی باقی زمین پر جماعت آسٹریلیا کا بڑھتی ہوئی جماعتی ضروریات کے پیش نظر ایک وسیع ہال تعمیر کرنے کا ارادہ ہے جس میں گیسٹ ہاؤس اور ذیلی تنظیموں کے دفاتر بھی ہوں گے۔ سڈنی (Sydney) کے علاوہ برسبین (Brisbane) میں دس ایکڑ کا رقبہ بھی جماعت نے خریدا ہے اس میں نمازوں کے لئے ہال، مشن ہاؤس اور گیسٹ ہاؤس بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایڈیلیڈ (Adelaid) میں جماعت کی قریباً 20 ایکڑ جگہ ہے یہاں فی الحال عارضی مسجد ہے لیکن یہاں بھی مستقل مسجد کا منصوبہ ہے۔ اس جگہ جماعت کو ایک لگا لگایا Oliv کا باغ بھی مل گیا ہے۔ آسٹریلیا میں فجیئن (Fijion) احمدی اب کافی تعداد میں آباد ہو گئے ہیں۔

(از خطبہ جمعہ 19/05/06)

مستشرقین کا ردّ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مستشرقین کا ردّ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی جگہ اپنی تحریروں میں مستشرقین کا ردّ فرمایا ہے۔ خاص طور پر سر ولیم میور (Sir William Muir) کو اسلام کو نقصان پہنچانے والا عیسائیت کا ایک عہدہ دار قرار دیا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 84)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور مستشرقین کا ردّ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے جانشینوں نے بھی ان متعصب مستشرقوں کی جا بجا بیخ کنی کی ہے ۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے 1888ء میں ایک معرکۃ الآرا کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام فصل الخطاب رکھا۔ عیسائیت کے ردّ میں یہ ایک زبردست کتاب ہے جس میں مستشرقین کے ان تمام لچر اور بے ہودہ اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں جو انہوں نے اسلام اور بانی اسلام پر کمال بے باکی سے کئے اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب میں اسلام کی خصوصیات، حقیقت جہاد، احکام اسلامی کی حکمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضلیت پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک اور شہرہ آفاق کتاب ''اُلوہیت مسیح'' ہے جس میں قرآن و بائبل اور عقل کی رُو سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام صرف ایک عاجز انسان تھے، خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور مستشرقین کا ردّ:

پھر آگے چل کر جب ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مقدس سوانح پر نظر دوڑاتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ ہمیں جگہ جگہ مستشرقین اور پادریوں کے خلاف مورچہ زن نظر آتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بہت ہی مشہور تصنیف تفسیر کبیر ہے جو کہ دس جلدوں پر مشتمل ہے اس تفسیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جابجا مستشرقوں کی دھجیاں بکھیری ہیں۔ کہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تاریخ کے حقائق سے اہل مغرب کو آگاہ کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں ان کی طرف سے اسلام پر کئے گئے فضول اور لچر اعتراضات کا جواب دیتے دکھائی دیتے ہیں اور کہیں عیسائیت کے جھوٹے اور باطل عقائد کا پول کھولتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کئی ایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہ صرف مستشرقین کا ردّ فرمایا ہے بلکہ اسلام کی حقانیت پر بھی نہایت فصاحت و بلاغت سے روشنی ڈالی ہے: مثلاً حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک تقریر جو کہ انوارالعلوم کی جلد نمبر3 میں نجات کی حقیقت کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے، میں بھی عیسائی عقیدہ کا نہایت مدلل ردّ فرمایا ہے اس کے علاوہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے عیسائی مستشرقین کے ردّ کیلئے کئی ایک کامیاب سفر بھی کئے۔ مثلاً 1924ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لندن کی مشہور ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے یورپ تشریف لے گئے جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا پر معارف مضمون پڑھا گیا جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اسلام کی حقیقت و حقانیت پر نہایت مدلل بحث فرمائی اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے مدلل جواب مختلف میٹنگز میں دیئے۔

پھر ایک بار اوائل 1914ء میں لاہور کے تین یورپین عیسائی علما تحقیق اور مطالعہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے ان میں ایک مسٹر والٹر (Mr. Walter) جو کہ ایک عیسائی مستشرق تھے اور کرسچین ایسوسی ایشن لاہور کے سیکرٹری تھے ان کا ارادہ احمدیت پر ایک کتاب لکھنے کا تھا اس غرض سے وہ احمدیت کا گہری تنقیدی نظر سے مطالعہ کر رہے تھے ان کی خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل گفتگو ہوئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مسٹر والٹر (Mr. Walter) کے سوالات کے اس قدر مدلل جواب دیئے کہ بعد میں مسٹر لیوکس جو کہ ان تین علما میں سے ایک تھے، نے سامعین کے سامنے اپنی تقریر میں بڑے وثوق سے کہا: عیسائیت اور اسلام کی جنگ کا فیصلہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں نہیں ہو گا بلکہ ایک نامعلوم بستی میں ہو گا جس کا نام قادیان ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 89 تا 91)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریر و تقریر دونوں میں بکثرت عیسائی عقائد کا ردّ فرمایا ہے۔ مثلاً 1978ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے عیسائیت کا بطلان ثابت کرنے کیلئے یورپ کے ملک برطانیہ میں ایک عظیم کانفرنس کا انعقاد فرمایا اور اپنے بصیرت افروز لیکچرز سے ثابت کر دیا کہ اسلام ہی دین حق ہے اور نجات صرف اسلام سے وابستہ ہونے سے ہی ممکن ہے۔

پھر 1980ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مغرب کے دورہ کے لئے روانہ ہوئے جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یورپ امریکہ و افریقہ کے کئی ممالک کے نہایت کامیاب دورے فرمائے مجالس سوال و جواب منعقد فرمائیں۔ مثلاً انگلستان کا دورہ کرتے ہوئے 14/اگست 1980ء کو احمدیہ مشن ہاؤس انگلستان نے کیفے رائل ہوٹل پکاڈلی میں نہایت وسیع پیمانہ پر ایک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطاب فرما کر اسلام کے خلاف پھیلی ہوئی کئی غلط فہمیوں کا نہایت مؤثر رنگ میں ازالہ فرمایا اس پرہجوم کانفرنس میں مختلف ایجنسیوں اور کارپوریشنوں کے 60سے زائد رپورٹروں اور فوٹو گرافروں نے اسلامی تعلیمات پر اعتراضات کے رنگ میں سوالات کی بوچھاڑ کرنے کی غرض سے شرکت کی، وہ اپنے سوالات میں اسلام کوظلم و تعدی اور بربریت کا مذہب ثابت کرنا چاہتے تھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان سوالات کے نہایت مدلل اور برجستہ جواب دے کر قرآنی آیات کی رُو سے ثابت کیا کہ اسلام جبر کا نہیں بلکہ ایک نہایت پر امن مذہب ہے۔

(دورہ مغرب صفحہ 283 و 284)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور مستشرقین کا ردّ:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی مقدس حیات بھی ہمیں مستشرقین کے خلاف ایک فتح نصیب جرنیل کی زندگی نظر آتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتب کے علاوہ رمضان کے دروس القرآن میں خاص طور پر عیسائی مستشرقین کو آڑے ہاتھوں لیا او اسلام کا زبردست دفاع کیا ہے۔ مثلاً منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) جو ایک نہایت متعصب مستشرق ہے اس کے تعدد ازدواج پر کئے گئے انتہائی بے ہودہ اعتراضات کا نہایت شاندار جواب 4رمضان 25جنوری 1996ء کے درس القرآن میں دیا ہے۔ اسی طرح جیمزاورویل نے بھی تعدد ازدواج پر اعتراضات کئے جن کا تفصیلی اور دندان شکن جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 6رمضان 27جنوری1996ء کے درس القرآن میں دیا ہے۔

پھر مستشرقین کے اس اعتراض کا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے کا نہایت علمی اور محققانہ جواب اپنے17رمضان 7فروری 1996ء کے بیان فرمودہ درس القرآن میں نہایت تفصیل سے دیا ہے۔

اس کے علاوہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ حیات پرلگائے جانے والے بہتانوں اور تہمتوں کا نہ صرف ردّ فرمایا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کو فطری قوتوں کے منافی مذہب قرار دیا خاص طور پر عیسائیت کی راہبانہ تعلیم کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اس کے علاہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جیفرےہیگن و سیری، مارگولیس، ولیم میور، اور زونڈ یکی جیسے مستشرقین کے مختلف اعتراضات کے تفصیلی جواب دیئے۔

ویمبلے (Wambley) کانفرنس:

ویمبلے کانفرنس (Wambley Conference) کے لئے تحریک:

شروع 1924ء میں انگلستان کی مشہور ویمبلے نمائش کے سلسلہ میں سوشلسٹ لیڈر مسٹر ولیم لافٹس ہیری (Mr. William Loftus Harry) نے یہ تجویز کی کہ اس عالمی نمائش کے ساتھ ساتھ ایک مذاہب کانفرنس بھی منعقد کی جائے جس میں برطانوی مملکت کے مختلف مذاہب کے نمائندوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اس کانفرنس میں شریک ہو کر اپنے اپنے مذہب کے اصولوں پر روشنی ڈالیں۔ نمائش کے منتظمین جن میں مستشرقین بھی شامل تھے، نے اس خیال سے اتفاق کیا اور لنڈن یونیورسٹی کے مدرسہ علوم شرقیہ (The School of Oriental Studies) کے زیر انتظام کانفرنس کے وسیع پیانہ پر انعقاد کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی گئی۔

کانفرنس کا مقام امپیریل انسٹی ٹیوٹ لنڈن مقرر کیا گیا اور 22 ستمبر 1924 سے 3 اکتوبر 1924ء تک کی تاریخیں اس کیلئے تجویز کی گئیں۔ کمیٹی نے مندرجہ ذیل مذاہب کے مقررین کا انتخاب کیا: ہندومت، اسلام، بدھ ازم، پارسی مذہب، جینی مذاہب، سکھ ازم، تصوف، برہمو سماج، آریہ سماج، کنفیوشس ازم وغیرہ۔

اس کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی طرف سے نمائندگی کی دعوت دی گئی لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت بلائی اور تمام جماعتوں سے مشورہ کرنے کے بعد ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے یورپ روانہ ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 422)

تمام جماعتوں سے مشورہ اور اتفاق رائے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے ارادے سے یورپ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

12 جولائی 1924ء سے 21 اگست 1924ء تک دشوار گزار سفر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گیارہ رفقا کے ہمراہ مؤرخہ 22 اگست 1924ء کو 6 بجے کے قریب لندن کے مشہور وکٹوریہ (Victoria) سٹیشن پہنچے۔

22 ستمبر 1924ء کو حضور اپنے رفقا کے ہمراہ ویمبلے کانفرنس میں شمولیت کیلئے تشریف لے گئے۔

کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مضمون کی شاندار کامیابی:

23 ستمبر 1924ء کا دن سفر یورپ کی تاریخ میں سنہری دن ہے کیونکہ اس دن ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے نظیر مضمون پڑھا گیا جس نے سلسلہ احمدیہ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ یورپ میں اسلام کی روحانی فتح کی بنیادیں رکھ دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنڈن میں تقریر کرنے کا رؤیا پوری آب و تاب سے پورا ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مضمون کا وقت 5 بجے شام مقرر تھا جب کہ لوگ اڑھائی گھنٹے سے مسلسل بیٹھے اسلام سے متعلق مضامین سن رہے تھے۔ انگلستان کے باشندے زیادہ دیر تک بیٹھنے کی عادی نہیں ہیں مگر جونہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا وقت آیا وہ نہ صرف وہیں اپنی اپنی جگہ پورے شوق و ذوق سے بیٹھ گئے بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے پورا ہال سامعین سے بھر گیا کسی اور لیکچر کے وقت حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہوئی۔

اجلاس کے صدر سر تھیوڈر ماریسن نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامعین سے تعارف کرنے کے بعد نہایت ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اپنے کلمات سے محظوظ فرمائیں اس پر حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جو اپنے رفقا کے ساتھ سٹیج پر ہی تشریف فرما تھے کھڑے ہوئے اور انگریزی میں فرمایا: مسٹر پریذیڈنٹ، بہنو اور بھائیو! میں سب سے پہلے خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس کانفرنس کے بانیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ لوگ اس طریق پر مذہب کے سوال پر غور کریں اور مختلف مذاہب سے متعلق تقریریں سن

کر یہ دیکھیں کہ کس مذہب کو قبول کرنا چاہئے اس کے بعد میں اپنے مرید چودھری ظفراللہ خان صاحب بار ایٹ لا سے کہتا ہوں کہ میرا مضمون سنائیں۔ میں ایسے طور پر اپنی زبان میں بھی پرچہ پڑھنے کا عادی نہیں ہوں کیونکہ میں ہمیشہ زبانی تقریریں کرتا ہوں اور چھ چھ گھنٹے بولتا ہوں۔ مذہب کا معاملہ اسی دنیا تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ مرنے کے بعد دوسرے جہان تک چلتا ہے اور انسان کی دائمی راحت مذہب سے وابستہ ہے اس لئے آپ اس پر غور کریں اور سوچیں اور مجھے امید ہے کہ آپ توجہ سے سنیں گے۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت چودھری صاحب رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ: ''گھبرانا نہیں میں دعا کروں گا۔''

چنانچہ مکرم چودھری صاحب کھڑے ہوئے اور ایک گھنٹہ میں نہایت بلند، مؤثر اور نہایت پر شوکت لہجہ میں یہ مضمون پڑھ کر سنایا۔ چودھری صاحب ایک دن پہلے حلق کی خراش کی وجہ سے بیمار تھے مگر اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے ان کی تائید فرمائی۔ حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مضمون اور مکرم چودھری ظفراللہ خان صاحب کی زبان نے (جسے حضور نے ایک مجمع میں میری زبان کہا تھا) حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری کر دی۔

(الفضل 8نومبر 1924صفحہ 8 و الفضل 21اکتوبر 1924صفحہ 5)

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب حاضرین گویا احمدی ہیں تمام لوگ ایک محویت کے عالم میں اخیر تک بیٹھے رہے جب مضمون میں اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بیان کی جاتی جو ان کیلئے نئی ہوتی تو کئی لوگ خوشی سے اُچھل پڑتے۔ غلامی، سود، اور تعدد ازدواج وغیرہ مسائل کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا تھا۔ اس حصہ کو بھی نہ صرف مردوں نے بلکہ عورتوں نے بھی نہایت شوق اور خوشی سے سنا ایک گھنٹہ بعد لیکچر ختم ہوا تو لوگوں نے اس گرم جوشی کے ساتھ اور اتنی دیر تک تالیاں بجائیں کہ پریذیڈنٹ (سر تھیوڈر ماریسن) کو اپنے ریمارکس کے لئے چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔

پریذیڈنٹ (President) نے کہا: مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے میں اپنی طرف سے اور حاضرین کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب، خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا شکریہ ادا کرتا ہوں حاضرین کے چہرے زبان حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ میں ان کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کررہا ہوں۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: میں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔ کیا آپ کا خیال نہیں ہے کہ اس کامیابی کے لئے جو آج آپ کو حاصل ہوئی ہے آپ یہاں تشریف لائے۔

اجلاس ختم ہونے پر سر تھیوڈر ماریسن دیر تک سٹیج پر کھڑے کھڑے مختلف باتیں کرتے رہے اور بار بار مضمون کی تعریف کرتے رہے ۔مضمون کے پڑھنے پر لوگوں نے مکرم چودھری ظفراللہ خان صاحب کو بھی مبارکباد دی۔ چنانچہ (فری چرچ کے ہیڈ) ڈاکٹر والٹر واش (Dr. Walter Walsh) نے جو خود فصیح البیان لیکچرار تھے, اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا: ''میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ لیکچر سننے کا موقع ملا'' قانون کے ایک پروفیسر نے بیان کیا کہ جب وہ مضمون سن رہا تھا تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ دن گویا ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہے۔ پھر کہا کہ اگر آپ لوگ کسی اور طریق سے ہزاروں ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے تو اتنی زبردست کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

ایک پادری منش نے کہا: ''تین سال ہوئے مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت مسیح تیرہ حواریوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں اور اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ خواب پورا ہو گیا ہے۔''

مس شارپلز (کانفرنس کی سیکرٹری) نے کہا کہ لوگ اس مضمون کی بہت تعریف کرتے ہیں اور خود ہی بتایا کہ ایک صاحب

نے ہزہولی نس (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)کے متعلق کہا کہ یہ اس زمانہ کا لوتھر معلوم ہوتا ہے، بعض نے کہا ان کے سینہ میں آگ ہے ایک نے کہا یہ تمام پرچوں سے بہتر پرچہ تھا۔

ایک جرمن پروفیسر نے جلسہ کے بعد سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے کہہ رہے تھے: ’’یہ نادر خیالات ہیں جو ہر روز سننے میں نہیں آتے۔‘‘

مسٹر لین نے جو انڈیا آفس میں ایک بڑے عہدیدار تھے تسلیم کیا کہ خلیفۃ المسیح (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پرچہ سب سے اعلیٰ اور بہترین پرچہ تھا۔

پریس نے بھی اس عظیم الشان لیکچر کی نمایاں خبریں شائع کیں اور اس کی عظمت کا اقرار کیا ۔ چنانچہ مانچسٹر گارڈین (Manchester Guardian)نے 24ستمبر 1924ء کی اشاعت میں لکھا:

’’ اس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ جو اس وقت ظاہر ہوا، وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقہ کا ذکر تھا۔ نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے ورنہ یہ لوگ اس کو درست نہیں سمجھتے تھے، اس فرقہ کی بنا ان کے قول کے بموجب آج سے چونتیس پینتیس سال پہلے اس مسیح نے ڈالی جس کی پیشگوئی بائبل اور دوسری کتابوں میں ہے۔ اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلہ کی بنیاد اس لئے رکھی ہے کہ وہ نوع انسان کو اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے ۔ ایک ہندوستان کے باشندے نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے اور جس کا چہرہ نورانی اور خوش کن ہے اور سیاہ داڑھی رکھتا ہے اور جس کا لقب ہز ہولی نس خلیفۃ المسیح الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمد یا اختصاراً خلیفۃ المسیح ہے، مندرجہ بالا تحدی اپنے مضمون میں پیش کی جس کا عنوان ہے’’اسلام میں احمدیہ تحریک‘‘ ......آپ کے ایک اور شاگرد نے جو سرخ رومی ٹوپی ہوئے تھا، آپ کا پرچہ کمال خوبی کے ساتھ پڑھا...... آپ نے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی، ایک پر جوش اپیل کے ساتھ ختم کیا جس میں.....حاضرین کو اس نئے مسیح اور اس نئی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچہ کے بعد جس قدر تحسین و خوشنودی کا چیئرز کے ذریعہ اظہار کیا گیا اس سے پہلے کسی پرچہ پر ایسا نہیں کیا گیا تھا۔‘‘

(الفضل 8نومبر 1924صفحہ 2 و تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ451تا 454)

کسرِ صلیب کانفرنس:

2، 3، 4جون 1978ء کو جماعت احمدیہ نے مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات کے موضوع پر لندن میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن تشریف لے گئے۔ اس کانفرنس کا وہاں بڑا چرچا ہو رہا تھا اور چرچ کی طرف سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا تھا انہوں نے دھمکیوں کے خطوط بھی لکھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی ہدایت فَلَاتَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ (البقرہ:151) کے تحت دھمکیوں کی پرواہ کئے بغیر کانفرنس میں شمولیت اختیار فرمائی اوراس میں معرکۃ الآرا خطاب فرمایا۔ دنیا کے بعض اَور نامور مفکرین (جو مختلف مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھتے تھے) نے بھی اپنے تحقیقی مقالے پڑھے جس سے برطانوی چرچ میں ہلچل مچ گئی۔ برٹش کونسل آف چرچز کی طرف سے ایک پریس نوٹ کے ذریعے تبادلۂ خیالات کی دعوت دی گئی جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

تعالیٰ نے نہ صرف قبول فرمایا بلکہ اس قسم کے تبادلہ خیالات کی رومن کیتھولک چرچ کو بھی دعوت دی اور لندن، روم، مغربی افریقہ اور ایشا کے دارالحکومتوں اور امریکہ میں بھی اس طرح کے اجلاس منعقد کرنے کی دعوت دی اس کانفرنس کی اتنی پبلسٹی ہوئی کہ اندازاً 15 کروڑ افراد تک احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچا۔

(ملخص حیات ناصر جلد 1 مرتبہ محمود مجیب اصغر صفحہ 405 و 406)

کسر صلیب کانفرنس کے انعقاد سے پہلے اور بعد میں مغربی میڈیا نے اس کو بہت اہمیت دی اور ان کے تمام بڑے بڑے اخبارات میں اس کانفرنس پر مختلف دانشوروں کے تبصرے شائع ہوئے۔ مثلاً مڈلینڈ برطانیہ کے ہفتہ وار اخبار ''سنڈے مرکری'' (Sunday Mercury) نے 11/جون 1978ء کی خصوصی اشاعت میں کانفرنس کی رُوداد شائع کی جو تصاویر سے مزین تھی۔ صفحہ اوّل پر جلی عنوانات کے ساتھ اخبار نے جو بڑی خبر شائع کی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

'' گزشتہ اتور کے روز 4 جون 1978ء کو کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ لندن (Commonwealth Institute London) کے ایگزی بیشن ہال (Exhibition Hall) کی گیلریاں بھی سامعین سے بھری ہوئی تھیں کیونکہ اس روز مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے دنیا کے مختلف ممالک کے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ افراد مسیح کی صلیبی موت سے نجات کے موضوع پر بین الاقوامی کانفرنس کے اختتامی اجلا س (حضرت) خلیفۃ المسیح الثالث (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے خطاب سننے کیلئے وہاں کھنچے چلے آئے تھے۔

69 سالہ خلیفۃ المسیح حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کے ایک کروڑ افراد کے روحانی پیشوا ہیں ہال کے مرکزی اسٹیج سے کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ہال جماعت کے ممتاز افراد سے پر تھا۔ علاوہ ازیں گیمبیا، ماریشس، اور سیرالیون کے ہائی کمشنرز اور لائبریا کے سفیر موصوف بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اپنے ایک گھنٹہ کے خطاب کے دوران خلیفۃ المسیح کو مسلسل پریس فوٹوگرافروں کے کیمروں کی فلیش لائٹوں اور فلڈ لائٹوں کی چکا چوند کا سامنا رہا۔ ان کے دورۂ برطانیہ کی مصروفیات پر مشتمل ایک دستاویزی فلم تیار کی جارہی ہے۔

اس سہ روزہ کانفرنس میں انفرادی طور پر بہت سے عیسائیوں نے اور پادریوں نے بھی شرکت کی ان پادریوں میں ویسٹ منسٹر کیتھولک آرچ بشپ کارڈینل ہیوم کے ایک نمائندے اور پولینڈ کے کیتھولک چرچ کے دو باضابطہ نمائندے بھی شامل تھے۔ مؤخر الذکر دو نمائندے کانفرنس کی کاروائی سننے کے لئے پولینڈ سے برطانیہ آئے تھے۔

اپنے اختتامی خطاب میں خلیفۃ المسیح نے فرمایا:

'' اس کائنات کی بنیادی صداقت توحید باری تعالیٰ ہے ......صرف اور صرف اسی کی ذات اس لائق ہے کہ زمین اور آسمانوں کی تمام مخلوق اس کی عبادت کرے۔''

احمدیوں کا ایک بنیادی عقیدہ ان کے اس دعویٰ پر مشتمل ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ صلیب سے زندہ اترنے اور صحت یاب ہونے کے بعد اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی تلاش میں وہ ہندوستان آئے اور طویل عمر پانے کے بعد وہیں انہوں نے وفات پائی۔ ان کا مقبرہ کشمیر کے دارالحکومت سرینگر میں ہے۔

کانفرنس کے دوسرے روز (3 جون 1978ء) کو کانفرنس میں شرکت کرنے والے چھ سو مندوبین نے متفقہ طور پر ایک قرار داد پاس کی جس میں انڈین گورنمنٹ سے احترام اور تقدس بر قرار رکھتے ہوئے مقبرہ کے متعلق تحقیق کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ سب سے پہلے اس مقبرہ کی نشاندہی (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے کی تھی۔

کانفرنس میں شرکت کے علاوہ خلیفۃ المسیح جو یہاں اپنی حرم، حضرت بیگم صاحبہ کے ساتھ تشریف لائے ہوئے

گوناگوں جماعتی مصروفیات میں منہمک ہیں، بہت سے برطانیہ اور دیگر متعدد ممالک کے اخباری نمائندوں اور پریس فوٹو گرافروں کو آپ انٹرویو دے چکے ہیں اسی طرح ریڈیو کے کئی نمائندوں اور بی بی سی ٹیلی وژن کے نمائندوں نے بھی آپ کا انٹرویو ریکارڈ کیا ہے۔
31 مئی 1978ء کو ہیتھرو ائیرپورٹ (Heathrow Airport) پر اترنے کے بعد گیمبیا کے ہائی کمشنر (High Commisioner)، کانفرنس کے کنوینر (Convener) امام مسجد لنڈن مسٹر بی اے رفیق، سر ظفراللہ خان، پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کیا، آپ موٹروں کے ایک قافلہ کے ساتھ ائرپورٹ سے پٹنی میں واقع مسجد فضل لنڈن روانہ ہوئے جہاں آپ کے ایک ہزار متّبعین آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ ائرپورٹ سے مسجد لندن کے راستہ میں جگہ جگہ آپ کی جماعت کے افراد نے جنہوں نے خیر مقدمی قطعات اٹھائے ہوئے تھے، آپ کی موٹر کاروں کی طرف جس پر جماعت کا سفید اور کالے رنگ کا ایک چھوٹا سا آرائشی نشان آویزاں تھا ہاتھ ہلا ہلا کر آپ کا استقبال کیا۔
مسجد لندن پہنچ کر خلیفۃ المسیح نے تمام دنیا سے آئے ہوئے مندوبین اور برطانیہ کے احمدیوں سے جن میں سے بیشتر برطانیہ کے شمالی علاقہ مڈلینڈ سے بسوں اور موٹر کاروں کے ذریعہ لندن آئے تھے ملاقات فرمائی اور ان سے باتیں کیں۔
کانفرنس کے افتتاح کے روز (2/جون 1978ء) کو آپ نے مسجد لندن میں جمعہ کی نماز پڑھائی ۔ بدھ کے روز یعنی 7جون 1978ء کو آپ نے اس استقبالیہ میں شرکت فرمائی جس کا اہتمام آپ کے اعزاز میں ممبر پارلیمنٹ مسٹر ٹام کاکس نے دارالعوام میں کیا تھا ۔

(سنڈے مرکری۔مورخہ 11جون 1978ء ۔ ترجمہ از ماہنامہ خالد جولائی و اگست 1978ء صفحہ 35 تا 37)